بسم اللہ الرحمن الرحیم

عیسائی ذہنیت کا ایک مطالعہ

اقلیتیں مقدس امانت ہیں

— تحریر و ترتیب —

پروفیسر محمد اسلم رانا ایڈیٹر ماہنامہ "المذاہب"
ملک پارک شاہدرہ لاہور

— شائع کردہ —

اسلامی مشن، سنت نگر، لاہور

فہرست عنوانات

اقلیتیں مقدس امانت ہیں

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت یکم اپریل ۱۹۹۰ء میں بعنوان "اسلام میں اقلیتوں کے حقوق" کسی عیسائی رہنما مسمی جیمز کا ایک چھوٹا سا لیکن بہت اہم مضمون شائع ہوا ہے جس سے مسیحی ذہنیت سمجھنے میں کافی مدد مل سکتی ہے۔ اس مضمون میں اٹھائے گئے نکات کا مطالعہ لازم ولابد ہے مثلاً مقالہ نگار کو اس امر پر بڑی حیرت ہے اور اس نے یہ سوال بڑی شدّ ومد سے اٹھایا ہے کہ "پاکستان بننے سے پہلے اور پاکستان بننے کے بعد ہر حکومت کہتی ہے کہ اقلیتیں مقدس امانت ہیں"۔

اقلیتی فرقوں کی حالت زار

"اقلیتیں مقدس امانت ہیں" کے مسلمانی نعرہ کو سمجھنے کے لئے

غیر مسلم دنیا میں اقلیتی فرقوں کی حالتِ زار پر ایک نظر ڈالنی پڑے گی۔ عیسائیت کی اپنی تاریخ اغیار پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے کے المیوں کا مُرقع ہے۔ منظم ازم کی بیخ کنی اور یہودیوں کا قتل وغارت عیسائی اقوام کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ آج بھی بیسویں صدی کی خیرہ کن علمی، تہذیبی اور ثقافتی ترقی اور انسانی حقوق کی علمبرداری کا ڈھنڈورا پیٹنے

میں حضرت انسان نے چاند کی مٹی بھی زمین پر ڈھو ماری ہے۔ اقلیتوں پر عیسائی
درندگی اور بربریت عروج پر ہے۔ افریقی ممالک میں مسلمانوں پر گوناگوں پابندیاں
عائد ہیں۔ کئی ممالک میں قرآن مجید تک چھاپنے کی بھی اجازت نہیں۔ ملاوی اور یوگنڈا
اور قبرص میں مسیحی اکثریت کے ہاتھوں مسلمانوں کا سانس لینا بھی دشوار ہے۔ سوڈان
مسیحی مشنریوں کی سیاست کا شکار ہے۔ دنیا کے سب سے بڑے مسلمان ملک انڈونیشیا
میں عیسائی اقلیت مسندِ حکومت پر قبضہ کرتے جا رہی ہے۔ فلپائن کی ۹۵ فیصد
رومن کیتھولک اکثریت چند لاکھ کی حقیر تعداد پر مشتمل مسلم اقلیت کو آئے دن
ذبح کرتی ہے۔ "محافظِ انجیل" تاجِ برطانیہ کے سایہ تلے اقلیتیں ذلیل زندگی بسر
کر رہی ہیں۔ گوری رنگت کے انگریز "کالے ایشیائیوں" کو ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتے
جب بھی موقع ملے نسلی فسادات برپا کر دیتے ہیں۔ البانیہ، بلغاریہ، ہنگری میں
مسلمانوں کو مارا جا رہا ہے۔ اور تو اور ان بیچاروں کو اسلامی نام تک رکھنے کا حق
بھی حاصل نہیں ہے۔ سری لنکا سرکار میں تامل ہندو اور بدھ مسلمانوں کو جینے
نہیں دے رہے۔ ہمسایہ ملک ہندو بھارت میں بھارتی ہندو اور حکومت
۱۷ کروڑ کی مسلم اقلیت کو ختم کرنے کی پالیسی پر تیزی سے عمل پیرا ہیں۔ ہندوؤں
کے ظالم ہاتھوں بہنے والے کشمیری مسلمانوں کے خون سے اڑ اڑ کر اقوامِ عالم کے
منہ پر پڑنے والے چھینٹے انہیں انسانی حقوق کی بحالی کی طرف توجہ دلا رہے ہیں
ہندو مسلم دشمنی صدیوں پرانی ہے۔ بھارت سے مسلمانوں کا خاتمہ ہندوؤں
کا مشن و مدعا ہی ہے وہاں تو بیچاری مختصر سی عیسائی اقلیت بھی گریہ کناں ہے۔
اس ضمن میں کاتھولک نقیب رقمطراز ہے۔ "بنگلور رسالہ نیوز) مسیحیوں کو سیاسی

نمائندگی دیئے جانے کے معاملے میں ملک کی بڑی جماعتوں کانگرس آئی، جنتادل اور جنتا پارٹی کی طرف سے مکمل طور پر نظر انداز کیا گیا ہے یہ بات کرناٹک کرسچن پولیٹکل فیڈریشن کے چیئرمین مسٹر ڈونی لوبو نے اپنے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ مرکزی اور صوبائی حکومتوں کی طرف سے مسیحیوں کو سیاسی طور پر بلیک میل کیا جاتا ہے اور صرف تعلیم وصحت کے میدان میں خدمات سرانجام دینے پر حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ اور یوں با اثر شخصیتیں ان کی خدمات سے لطف اندوز ہوتی ہیں۔

مسٹر لوبو نے یہ بھی کہا کہ گذشتہ ۴۲ سالوں میں مسیحیوں کو حکومت کی طرف سے مختلف کمیٹیوں اور بورڈوں کی نامزدگی وتشکیل کے موقع پر نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔ انہوں نے اس بات پر تنقید کی کہ مسیحیوں کو لوک سبھا اور اسمبلیوں کے انتخابات میں ٹکٹوں کی تقسیم کے موقع پر نظر انداز کیا گیا ہے۔ جبکہ دستور میں دیگر اقلیتوں کی بہبود کیلئے ہر قسم کی گنجائش موجود ہے لیکن اس سلسلہ میں مسیحیوں کے لیے کوئی پیمانہ نہیں ہے۔ جو سراسر ناانصافی اور زیادتی ہے۔

مسٹر لوبو نے زور دیکر کہا کہ ان کی فیڈریشن مسیحیوں میں اتحاد اور سیاسی شعور بیدار کرکے اس ناانصافی کے خلاف جدوجہد کرے گی (کاتھولک نقیب یکم جنوری ۱۹۹۰ء صفحہ ۲۰)

اقلیتیں مقدس امانت ہیں

سطور بالا کا اندوہناک بیان یہ کرب انگیز حقیقت ثابت کرنے کے لیے کافی ہوگا کہ غیر مسلم اقوام کے ہاتھوں اقلیتوں کو شاذ ہی، سکھ کا سانس نصیب ہوا ہوگا۔ ان کے ہاں

اقلیتیں ہمیشہ مالِ غنیمت سمجھی گئی ہیں۔

ان دلگدازومایوس کن حالات میں مسلمان، اقلیتوں کو اپنے پاس اللہ پاک کی مقدس امانت سمجھتے ہیں۔ ان کے حقوق کی مقدور بھر حفاظت کرتے اور ان سے متعلق اپنے آپ کو حق تعالیٰ کے حضور جواب دہ سمجھتے ہیں۔ مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ اور حالیہ دور میں مسلمان حکومتوں کا اقلیت پرور رویہ مسلمانوں کے اقلیتوں کو مقدس سمجھنے کے دعویٰ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ خاص کر پاکستان میں تو اقلیتیں انتہائی اور قابلِ اعتراض حد تک آزادی سے بہرہ ور ہیں۔ مشرقی پاکستان اقلیتی حد تک ہندو اور ریشہ دوانیوں کی بھینٹ چڑھ گیا تھا۔ آج کل ہندو اقلیت سندھ میں حبِ عشا، پاکستان دشمنی کا مظاہرہ کر رہی ہے۔

پاکستان یہاں بسنے والی اقلیتوں کا دیس اور گھر ہے سا نہیں رہنے سہنے نقل و حرکت، کھانے پینے اور اپنی من مرضی کے کاروبار کرنے اور پیشے اپنانے کی آزادی ہے۔ آئین میں ان کے حقوق کا تحفظ کیا گیا ہے۔ چونکہ وہ نعمتوں بھرے پاکستان سے استفادہ کر رہی ہیں اس ناطہ سے ان سے پاکستان کی ترقی اور خوشحالی کے لیے کام کرنے کی اپیل بے جا نہیں۔

عیسائیوں کا افسوسناک باہمی رویہ

مقالہ نگار کا کہنا ہے کہ شہر ہوں یا دیہات مسیحیوں کو حقارت سے دیکھا جاتا ہے۔ اگر عیسائی مذکورہ شکایت کرنے سے پیشتر ذرا اپنے گرد و پیش پر بھی نگاہ ڈال لیتے تو عین ممکن ہے کہ ان کا رویہ مختلف ہوتا۔ پاکستان ہی میں خود عیسائیوں کا عیسائیوں کے ساتھ سلوک بھی ناگفتہ بہ ہے۔ اس ضمن میں

ایک ہدایت مطالعہ فرمائیں" مناد (مبلغ۔ اہلکم) کے لیے یہ قطعی مناسب نہیں کہ نیچ ذات لوگوں کے بارے میں ذاتی نفرت جو عام طور پر کی جاتی ہے۔ اپنے اوپر حاوی ہونے دے۔ جس سے ان کو کم انسان جانے۔ چنانچہ نیچ ذات والوں سے دور رہنا اور ان کو اس قدر ناپاک سمجھنا کہ ان کے ساتھ نہ روٹی کھانا، نہ حقہ پینا یہ سب اطوار خداوند (مسیح۔ اہلکم) کے نمونہ اور تعلیم کے خلاف ہیں معلوم ہوتا ہے کہ مسیحیوں میں بھی نیچ ذات والوں کے متعلق جو نفرت ہے کافی جڑ پکڑے ہوئے ہے۔ اور بہتیروں کے لیے ان سے تعلق رکھنا ٹھوکر کا باعث ہے۔" (کاتھولک مناد صفحہ ۲۸)۔

یہ معاشرتی سلوک کم پڑھے لکھے اور معمولی لوگوں کی باتیں تھیں مقام حیرت تو یہ ہے کہ یہ چھوت چھات مسیحی گرجاگھروں میں بھی دیکھی گئی ہے کوئی ۲۰ برس ادھر کی بات ہے میں بوقت شام ریگل سینما لاہور کے سامنے واقع بہت بڑے رومن کیتھولک گرجا گھر میں گیا۔ ایک سفید مٹی سے چھوٹی سفید داڑھی والے بزرگ پالکی میں تشریف فرما تھے۔ وہ ڈولی صحن سے عبادت کیلئے مخصوص کمرا کی طرف لے جائی جارہی تھی۔ چھ سات سالہ سفید فام پیاری پیاری بچیاں بہت خوبصورت ڈیزائن دار سفید فراق پہنے پھولوں بھری ٹوکریاں اٹھائے پالکی کے آگے آگے چلتی دلفریب انداز میں گھومتی اور جھوم جھوم کر راستہ میں پھول بکھیرتی جاتی تھیں۔ جب ڈولی کمرہ میں داخل ہوئی تو اس کے ساتھ جانے والے سفید فام تماشائی بھی اندر جا گھسے۔ میں رش کم ہونے کے انتظار میں سیاہ فام (دیسی، ملکی) عیسائیوں کے ساتھ دروازہ کے پاس ہی کھڑا انتظار

وائے افسوس ایک سفید فام نے میرے دیکھتے دیکھتے دروازے کے درمیان کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ کواڑوں پر پھیلائے اور گیٹ بند کر دیا۔ میں بھونچکا رہ گیا۔ یہ کیسا مذہب ہے جس میں عبادت کے وقت بھی کالے گورے کی تمیز روا رکھی جاتی ہے۔ یہ کس مذہب ہے جس میں کالے اور گورے ایک ساتھ بیٹھ کر عبادت بھی نہیں کر سکتے۔ مڑ کر دیکھا تو پاکستانی مسیحی مرد عورتیں بند دروازہ کو حسرت بھری نگاہوں سے تاک رہے تھے۔

ایک اور آپ بیتی سُنیئے

بیس برس پیشتر راقم مزنگ لاہور کے محلہ سعدی پارک میں ایک عیسائی کا کرایہ دار تھا۔ بس شاپ سے قومی گلی (ریختہ سڑک) سے سعدی پارک میں داخل ہوں تو دائیں جانب گلی کا آخری مکان دتہ مسیح (عرف اللہ دتہ) کا تھا اس کی بیوی کا عیسائی نام لوینہ اور عام نام نگینہ تھا۔ میں صبح نماز ادا کر کے بہاول پور ہاؤس میں سیر کو نکلتا۔ ایک دن ایک بڑھیا نل سے پانی بھر کر لیجا رہی تھی۔ بیچاری سے بالٹی لیکر چلا نہیں جا رہا تھا۔ میں نے بالٹی اس کے ہاتھ سے لی اور تین برس اس کا پانی بھرا۔ وہ مہترانی تھی۔ اب مشکل یہ تھی کہ ہمارے گھر میں کوئی بھی عیسائی بغرضِ صفائی آنا پسند نہیں کرتا تھا۔ میری مالکہ چیختی بھائی جان کیا مسلمان سونا بنگتے ہیں؟ وہ مہترانی اگرچہ مجھے لاکھ بیٹا کہتی تھی، بے حد عزت کرتی تھی۔ تاہم ہمارے گھر کام کرنے کے سوال پر وہ بھی مجھے طرح دے گئی!!!

ہمارے عیسائی بھائی بھی بھولے بادشاہ ہیں۔ بقول مسیح یہ ان اندھے راہ بتانے والے علمار یہود کی طرح ہیں جو مچھر کو تو چھانتے تھے مگر اونٹ نگل جاتے تھے

(انجیل متی ۲۳: ۲، ۳، ۴) - جنوبی افریقہ میں غیر ملکی گوری اقلیت نے ملکی سیاہ فام عیسائیوں کا دم ناک میں کر رکھا ہے - وہ اپنے ہی دیس میں پردیسیوں سے بھی بدتر ہیں - ان بیچاروں کے سکول، بسیں، بستیاں، سڑکیں، سیرگاہیں، ریستوران گرجے سب کچھ علیحدہ ہیں - ساری دنیا جنوبی افریقہ کے اس وطیرہ کی مخالف ہے اس سے تعلقات ناپسند کرتی ہے لیکن یار لوگ ہیں کہ مذہبی تعلیمات اور عالمی اخلاقی دباؤ کو پرکاہ کے برابر بھی اہمیت نہیں دے رہے - دور کیوں جائیں نوجوان ریڈ انڈین کالے حبشی محمد علی کلے کو سفید فام امریکیوں کے ظالمانہ رویہ نے باکسر بنا دیا تھا جو اس فن کے آسمان پر روشن ستارہ بن کر چمکا اور مسلمان ہو کر محمد علی کے نام سے مزید شہرت، عزت، دولت اور سرفرازی حاصل کی۔

مسلمانوں کے "قول و فعل میں فرق" کے فرق یاد رہے جو حضرات اسلامی تعلیم کو سمجھتے، جانتے اور اس پر عمل کرتے تھے وہ خود دین و دنیا کی برکتیں حاصل کرتے گئے، اور دوسروں کے لیے ذریعہ نجات بنے۔

تین سو چھوتوں کا قبولِ اسلام مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اپنے جماعتی پروگرام کے سلسلہ میں اسٹیشن جالندھر سے گزر رہے تھے - ٹرین رکنے پر کسی ضرورت کے لیے پلیٹ فارم پر اترے تو جالندھر کی اچھوت آبادی کے ایک نواحی چک میں عیسائی، مسلم، سکھ اور آریہ سماجی مبلغین کے اسی روز کے ایک تبلیغی اجتماع کا اشتہار ان کی نظر پڑا جس پر آپ نے اپنا پروگرام ملتوی کر دیا اور اس چک کی جانب فی الفور روانہ ہو گئے - اس اجتماع کا پس منظر یہ تھا کہ اس چک کے اچھوتوں میں سے

دو تین نوجوان کچھ پڑھ لکھ گئے تھے۔ جبکہ ان دنوں مختلف مذاہب کے مبلغین اس چک میں آجا رہے تھے۔ ان تعلیم یافتہ نوجوانوں نے سب مبلغین اور مشنریوں سے یہ کہا کہ ہم کسی نہ کسی مذہب کو قبول کر کے انسانوں جیسی زندگی بسر کرنے کے ضرور خواہشمند ہیں لیکن ہم چاہتے ہیں کہ سبھی مذاہب کے مبلغین بیک وقت اپنے اپنے مذاہب کے خصائص اور اعتقادات سے ہمیں آگاہ کریں تاکہ ہم موازنہ کر کے کسی مذہب کو قبول کر لیں۔ اس تحریک پر اجتماع کا انتظام ہوا تھا۔

مولانا جب چک میں پہنچے تو جلسہ جاری تھا اور ایک عیسائی مشنری اس وقت بیان کر رہا تھا۔ مسلمانوں کی طرف سے سٹیج پر مولانا محمد بخش مسلم مرحوم اور ان کے دو تین ساتھی موجود تھے۔ اسی طرح سے ہندو سکھ عیسائی مبلغین اور مشنری بھی سٹیج پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جو لوگ مولانا کو جانتے تھے وہ مولانا کو دیکھ کر ان کی طرف بھاگے اور سٹیج پر لانا چاہا لیکن مولانا نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ "میں تو اپنے ان بھائیوں کے پاس بیٹھوں گا جو اس اجتماع کے منتظم ہیں" یہ کہہ کر اچھوتوں کے مجمع پر نگاہ ڈالی۔ پھر جہاں غلیظ ترین اور شکل وصورت سے قبیح ترین اشخاص کو بیٹھے دیکھا اُن کے درمیان جا کر بیٹھنے لگے۔ وہ بیچارے تو اپنے آپ کو گھٹیا مخلوق سمجھتے تھے۔ اِدھر اُدھر سمٹنے لگے۔ لیکن مولانا نے سب کو پکڑ پکڑ کر اپنے ارد گرد اس طرح بٹھا دیا کہ وہ مولانا سے چمٹے ہوئے دکھائی دینے لگے تھوڑی دیر میں نشست ختم ہوئی تو مولانا کی مسلمان علماء کرام اور دیگر مذاہب کے مشنریوں سے ملاقات ہوئی معلوم ہوا کہ اب دوسرے اجلاس میں جو تھوڑی دیر میں

منعقد ہو گا۔ صرف مسلمان مبلغین کی تقاریر ہوں گی۔ جبکہ باقی سب مذاہب کے مشنری پہلے اجلاس میں اپنے اپنے مذاہب کی خصوصیات بیان کر چکے ہیں۔ مولانا محمد بخش مسلم مرحوم نے از خود ہی مولانا کو فرمایا کہ سب سے پہلے آپ کا خطاب ہو گا۔ چنانچہ دوسرے اجلاس کی رسمی کارروائی کے بعد مولانا کا خطاب شروع ہوا۔ مولانا نے مختصر خطبہ پڑھنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل کی دنیا کے حالات پر کچھ روشنی ڈالی اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کا نقشہ کھینچنا شروع کیا۔ دوران تقریر کے دوران فرمایا کہ مجھے پیاس لگی ہے۔ جس پر مسلم پانی، ہندو پانی، عیسائی پانی والے سبھی دوڑنے لگے کہ پانی لا کر مولانا کو پلائیں لیکن مولانا نے سب کو روک دیا۔ اور کہا کہ بھائی میں جن لوگوں کا مہمان ہوں ان کے ہاں سے پانی پیوں گا۔ لیکن اچھوت لوگ تو سہمے ہوئے بیٹھے تھے اور سوچ رہے تھے کہ پانی کون پلائے۔ اس دوران مولانا نے مجمع میں بیٹھے ہوئے ایک غلیظ ترین کالے کلوٹے شخص کی طرف اشارہ کر کے اسے اپنے پاس بلایا اور ان کے دور رکھے ہوئے ایک میلے کچیلے سے مٹکے کی طرف اشارہ کر کے اس کو کہا کہ بھائی مجھے اپنے ہاں سے پانی لا کر پلاؤ —

اس نے وہاں جا کر ایک میلی کچیلی مٹی کی کٹوری میں پانی لیا — اور اس انداز سے سٹیج کی طرف بڑھا کہ اس کے پاؤں بلکہ پورا جسم کانپ رہا تھا۔ اور کانپتے ہاتھوں سے کٹوری مولانا کی طرف بڑھا دی۔ مولانا نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ "بھائی میں نے تمہیں زحمت دی ہے کافی دور سے پانی لائے ہو۔ گرمی کا وقت ہے تمہیں بھی پیاس لگ رہی ہوگی

تھوڑا سا پانی خود پی لو" یہ سنکر وہ اس قدر کانپا - قریب تھا کہ ٹھوئی اس کے ہاتھ سے گر پڑے - کہنے لگا" مہاراج میرا جھوٹا آپ کس طرح پیئیں گے" مولانا نے فرمایا" بھائی تم میری طرح انسان ہو - کوئی خوف نہ کرو" بہر حال ڈرتے ڈرتے اس نے ایک گھونٹ پانی پی لیا تو مولانا نے اس کے ہاتھ سے ٹھوئی لے لی اور اس کو سٹیج پر موجود عیسائی - آریہ سماجی - سکھ مشنریوں کو باری باری پیش کر کے کہا کہ" بھائی آپ کو بھی پیاس لگ رہی ہوگی - تھوڑا تھوڑا پانی پی لیں - تو باقی میں پی لوں گا" جس پر سب نے معذوری کا اظہار تقریباً ایک ہی جیسے ملتے جلتے الفاظ میں اس طرح کیا کہ" اس میں تو جراثیم ہوں گے یہ تو جھوٹا ہے - برتن بہت خراب ہے - ایک ملیچھ کا اس کو ہاتھ لگ گیا ہے - ہم تو بیمار ہو جائیں گے ہمارا دھرم بھرشٹ ہو جائے گا وغیرہ" ـــــ جب سب کی طرف سے ٹکا سا جواب ملا، تو مولانا نے خود بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر ایک گھونٹ پی لیا اور الحمد للہ کہا ـــــ اور پھر باقی پانی مولانا محمد بخش مسلم کی طرف بڑھا دیا - اور انہوں نے بھی جب پی لیا تو مولانا مرحوم نے انسانیت کے مقام اور اسلامی مساوات کی تصویر کھینچتے ہوئے ارشاد نبوی ﷺ کہ" انسان کا جھوٹا پاک اور مومن کا جھوٹا شفا ہے" کی سیر حاصل تشریح فرمائی ـــــ ابھی مولانا کی تقریر جاری تھی وہ تین تعلیم یافتہ اچھوت نوجوان کھڑے ہوگئے اور مولانا سے باادب مخاطب ہو کر عرض کیا کہ حضرت ہم نے سب مذاہب کے نمائندگان کی تقاریر سن لی ہیں اور اب

ہمیں نتیجہ پر پہنچنے کیلئے اپنی میٹنگ کرنی ہے اس لیے جلسہ فی الحال ملتوی کر دیا جائے۔ ہم ایک گھنٹہ کے اندر اندر فیصلہ کر کے اعلان کریں گے چنانچہ جلسہ ملتوی ہونے پر انہوں نے اپنی میٹنگ منعقد کی اور تھوڑی دیر بعد ان تینوں نوجوانوں نے اپنے چند معمر بزرگوں کے ہمراہ سٹیج پر نمودار ہو کر یہ اعلان کیا کہ "تمام مذاہب کے سکالرز کی تقاریر پر ہم نے غور کیا اور ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اسلام ہی وہ دین ہے۔ جس میں دنیا اور آخرت کی بھلائی مضمر ہے" ___ جس پر "اسلام زندہ باد" کے نعرے بلند ہوئے علماء کرام نے سب کو کلمہ کی تلقین فرمائی اور اس طرح سے تین صد افراد جن میں مرد، عورتیں اور بچے شامل تھے، مشرف بہ اسلام ہوئے (بشکریہ ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان اپریل ۱۹۹۰ء)۔

عیسائی فرقوں کا باہمی رویہ

عیسائی رہنما بڑے دھڑلے سے لکھتا ہے "مسلمان خود آپس میں ایک دوسرے سے ہاتھ نہیں ملاتے، اکٹھے نماز نہیں پڑھتے۔ بڑے زور شور سے دوسروں کو کفر کا فتویٰ دیتے ہیں۔ کیا اسی روش کا نام محبت رواداری اور مساوات ہے؟ ہم مسیحیوں کو کافر بنانے والو خدارا یہ تو بتاؤ کہ تمہارا اپنا جو کردار ہے کیا مسیحیوں میں بھی دیکھا ہے؟"

مقام حیرت ہے کہ شیشے کے محل میں بیٹھنے والوں نے دوسروں پر پتھر پھینکنے کی سنگین غلطی کر ڈالی ہے۔

پہلی صلیبی جنگ بارے لکھا ہے: "پہلے منظم جہادی جتھے میں کوئی

بادشاہ نہ تھا بلکہ امرا اور رؤسا نے اس میں شرکت کی کیونکہ پوپ نے شاہ فلپ فرانس، شاہ ولیم انگلینڈ اور ہنری چہارم جرمنی کو کلیسیا سے خارج ہونے کا فتویٰ دیدیا تھا۔ (تواریخ کلیسیائے رومتہ الکبریٰ مصنفہ و مؤلفہ پادری خورشید عالم مطبوعہ ۱۹۶۱ء صفحہ ۱۰۳)۔

واضح ہو کہ پروٹسٹنٹ مسیحی، رومن کیتھولکوں کو عیسائی نہیں مانتے وہ انہیں قدیم بُت پرست پکارتے اور ان کے عقائد و عبادات کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ان کی رسومات سے حد درجہ اظہار بیزاری کرتے ہیں۔ ادھر کاتھولکوں کا کہنا ہے کہ راستی پر فقط ہم ہیں۔ نجات صرف کیتھولک کلیسیا میں ہے۔ غیر کاتھولک دائمی دوزخی ہیں۔ (THE-TEACHING AND PRACTICE OF THE CHURCH OF ROME IN INDA. BY REV. W. D. HARES. B.A. P.P. 6، 7، 14) چنانچہ ان کے اکٹھے مل کر عبادت کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ سال میں کہیں ایک آدھ مرتبہ محض دکھاوے کا استثنا ممکن ہے۔ ایسے غیر فرقہ پرستانہ اجتماعات اور علماء کرام کی مجالس مسلمانوں کے ہاں بھی منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ مختلف مذہبی اور سیاسی مسائل پر ان کے اتحاد قائم ہوتے رہتے ہیں۔ ایک مروجہ اتحاد کا نام علماء کرام کی سپریم کونسل ہے۔ مولانا السید محمد عبدالقادر آزاد اور مولانا مفتی محمد حسین نعیمی اتحاد بین المسلمین کے زبردست داعی اور نقیب ہیں۔

اب رومن کیتھولک کلیسیا کی ہدایت ملاحظہ ہو۔ مضحکہ یہ ہے کہ

دیگر مذاہب کے خادموں کے ساتھ مناد شریفانہ اور پریمی برتاؤ کا استعمال تو ضرور کریں لیکن گہرے تعلقات سے گریز کریں اور یہ خصوصاً جب کہ وہ پروٹسٹنٹ پادری یا مناد ہوں۔ اس بات کو نظر انداز نہ کیا جائے کہ وہ ہمارے ہم منصب نہیں ہیں لیکن یہ ضرور خیال کرنا چاہیئے کہ عام مسیحیوں کے واسطے ایسا برتاؤ ٹھوکر کا باعث ہوگا۔ لوگ اس سے سمجھیں گے کہ سب مذاہب تقریباً برابر ہوتے ہیں نیز کہ کاتھولک اور پروٹسٹنٹ مسیحی دین کے مختلف فرقے ہیں۔ خدا جانتا ہے کہ یہ غلط فہمی کس قدر خطرناک ہے۔ چنانچہ پروٹسٹنٹوں کے ساتھ باہمی رابطہ قطعی نہ ہو اور اپنی جماعت کے سامنے انہیں کوئی خاص تعظیم نہ دی جائے" (کاتھولک مناد: ۲۰)

"ایک بات پر ضرور خاص غور کرنا چاہیئے یعنی پروٹسٹنٹ پادری اور مناد کبھی کسی کاتھولک کا جنازہ نہیں پڑھ سکتے" (ایضاً: ۶۳)

پاکستان میں کاتھولک عیسائیوں کا ترجمان "کاتھولک نقیب" رقمطراز ہے "اگرچہ مسیح خداوند نے ایک ہی کلیسیا قائم کی تھی۔ لیکن انسانی کمزوری کی وجہ سے اتنے فرقے بن گئے ہیں۔ شمالی آئرلینڈ میں مسیح کا نام لیکر مسیحی، مسیحی کو قتل کر رہے ہیں اگرچہ پاکستان میں مسیحی ایسا نہیں کرتے لیکن پھر بھی وہ ایک دوسرے کی تعلیم کو برداشت نہیں کرتے" (پندرہ روزہ کاتھولک نقیب ۸۔ کچہری روڈ لاہور ۱۶ فروری ۹۰ صفحہ ۳)

عیسائیوں کی باہمی خونریزیاں

یہ تو رہی زمانہ حال کی بدحالی اب ہم تاریخ کے جھروکوں سے ماضی

مرحوم میں جھانک کر دیکھیں گے کہ مسیحی علماء اور فرقے کس طرح باہم گتھم گتھا ہوتے اور ایک دوسرے کا گلا کاٹتے رہے ہیں۔

قسطنطنیہ کا بشپ نسطوریس بی بی مریم صدیقہ کو "والدہ خدا" نہیں مانتا تھا۔ فریق مخالف کا سربراہ سکندریہ کا سیرل تھا۔ بادشاہ نے نسطوریوں کی مخالفت کی۔ نسطوریس جگہ جگہ جلاوطنی کے دن گزارتا رہا اور ۴۴۰ء کے قریب مرگیا۔ عدیسہ کے مکتب فکر نے نسطوریوں کی مخالفت ناپسند کی۔ اس پر وہ سکول توڑ دیا گیا۔ غالب پارٹی کے مظالم سے تنگ آ کر لوگ فارس بھاگ گئے۔ دور مشرق میں جا بسے اور وہاں نسطوری عقیدہ قائم رکھا۔

(HISTORY OF THE CHRISTIAN CHURCH BY GEORGR PARK FISHER D.D, LLD: 1888 CHAP 17)۔

پادری ہیرس لکھتے ہیں کونسٹن ٹیئس نے کوشش کی کہ آرتھوڈکس مسیحیوں سے ایرین عقیدہ زبردستی منوائے۔ ان کے بشپ معزول کر دیئے اور ایرین بشپ مقرر کئے۔ آرتھوڈکس مسیحی لوٹے گئے۔ برباد کئے گئے ان پر ہر طرح کے ظلم وستم کئے گئے۔ جلاوطن کئے گئے (تواریخ مسیحی کلیسیا مصنفہ پادری کینن ڈبلیو پی ہیرس بی اے مطبوعہ ۱۹۳۹ء صفحہ ۲۰۸)۔

"رومی بادشاہ تھیوڈوسیس نے جولائی ۳۸۱ء میں سب بدعتیوں کو مجمع کی ممانعت کی اور ان کے سب گرجاؤں کو ضبط کر لیا۔ ۳۸۲ء میں سرکاری افسروں کو مینی کی ایک بدعتیوں کو تلاش کرنے و سزا دینے

کا حکم ہوا۔ ۱۲۴۳ء میں ہر قسم کی بدعتی عبادت کی ممانعت کی گئی۔ بدعتیوں کو گرجا بنانے اور پادریوں کو مقرر کرنے کی اجازت نہ تھی۔ ان کو جرمانے کیے گئے۔ اور تازیانے لگوائے گئے۔ ان کی جائیدادیں ضبط کی گئیں۔ سب مندر مسمار کرائے گئے اور ہر ایک کو اتوار کی پابندی کا حکم دیا گیا۔ (ایضاً ۲۶۵)۔

افسس کونسل ۴۴۹ء میں ۱۳۰ بشپ اور ۹۴۰ خادمان دین موجود تھے۔ ڈایوسکیورس کے اشارہ پر سپاہیوں اور درویشوں کا ایک انبوہ کونسل میں گھس آیا۔ اور فلیوین اور اس کے مددگاروں کو بری طرح زدوکوب کیا۔ فلیوین تو اس مار سے تیسرے دن مر گیا۔ چنانچہ کونسل کی کاروائی ایسی بے ضابطہ اور ظالمانہ تھی کہ اس کو ڈاکوؤں کی کونسل کہنا مناسب ہے (ایضاً ۳۷۷)۔

اگست ۱۵۷۱ء کے دوران پیرس میں باقاعدہ طور پر گھڑیاں بجا کر پروٹسٹنٹوں کا قتل عام شروع ہوا۔ مرد، عورتیں، بچے بلا دریغ تہ تیغ کیے گئے۔ کوشش پروٹسٹنٹ تحریک کا بیج ہی ختم کر دینے کی تھی۔ پیرس میں دو ہزار افراد مارے گئے۔ بقیہ فرانس میں موت کے گھاٹ اتارے جانے والے پروٹسٹنٹوں کی تعداد ۲۰ ہزار تھی۔ تاریخ اس المیہ کو سینٹ بارتھولومیو کے قتل عام کا نام دیتی ہے۔ جب یہ خبریں روم پہنچیں تو بحکم پوپ خوشی کے گیت گائے گئے (HISTORY THE CHRISTIAN CHURCH)

(P. 339)

بشپ ینگ لکھتے ہیں "جب دماستس کو جو اس عہدے کا لالچ کرتا تھا، اس بات کی خبر ملی، تو اس نے رشوت دیکر سب گاڑی بانوں اور جاہل ہجوم کو ابھارا۔ چنانچہ وہ لاٹھیاں لیکر لیوکان کے گرجا گھر میں تین دن تک بلوہ مچاتے رہے اور چھت سے جاندار مارے گئے ...... پھر دماستس اور اس کے باغی گروہ نے پیغ زنوں اور گاڑی بانوں اور گورکون اور پادریوں کو جمع کیا اور ۲۶ اکتوبر کو آٹھ بجے صبح سے انہوں نے کلہاڑیاں اور تلواریں لیکر گرجا گھر کا محاصرہ کیا۔ انہوں نے دروازوں کو توڑا اور آستانے پر آگ لگادی۔ اور اندر گھسنے کی کوشش کی۔ نوکروں میں سے بعض نے گرجا گھر کی چھت کو کھول دیا اور وہ کھپروں سے ایمانداروں کو مارنے لگے۔ تب دماستس کی ساری پارٹی گرجا گھر میں گھس گئی اور انہوں نے مردوں اور عورتوں میں سے ایک سو ساٹھ لوگوں کو قتل کیا اور بہت سے اشخاص کو زخمی بھی کیا (رسولوں کے نقش قدم پر صفحہ ۲۷۹)

رومن کیتھولک پروٹسٹنٹوں کو بدعت و بے دینی کے ملزم ٹھہراتے پروٹسٹنٹ کیتھولکوں کو مشرک اور بت پرست کہتے۔ اندریں حالات طرفین ایک دوسرے پر دل کھول کر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھاتے۔ ۱۵۲۷ء میں چارلس پنجم کی افواج نے پاپائیت کے صدر مقام روم پر حملہ کیا۔ دونوں پارٹیاں گرجا گھر لوٹنے، راہبات کی عصمت دری اور پوپ اور بڑے بڑے پادریوں کا محاصرہ کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے گئیں (HISTORY OF ENGLAND BY PROF. GEORGE MACAULAY

TREVELYAN, OM, : 1934, P. 299).

سولہویں صدی میں فرانس رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ مسیحیوں میں منقسم تھا۔ اپنی سلامتی کے لیے ہر فرقہ کی خواہش تھی کہ مرکزی حکومت اس کے قبضہ میں آجائے۔ فاتح کیتھولک فرقہ نے اپنی اور فرانسیسی قوم کی سلامتی کی خاطر پروٹسٹنٹ اقلیت کے مکمل خاتمہ تک جنگ جاری رکھی۔ (دی نیو انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا مطبوعہ ۱۹۷۰ء جلد ۱۲ صفحہ ۵۰۶۵)

کس قدر حیرت اور رنج کا مقام ہے کہ مذہبی منافرت خود عیسائیوں میں، نسلی امتیاز خود عیسائیوں میں، باہمی خونریزیاں اور عصمت دری خود عیسائیوں میں اور پھر طعن و تشنیع کا نشانہ بنیں بیچارے مسلمان!

صلیبی جنگیں تین سو برس جاری رہیں ۱۵ جولائی ۱۰۹۹ء کو ہونے والی پہلی صلیبی جنگ عیسائیوں نے جیت لی تھی۔ عیسائیوں کی سفاکی اور خون آشامیوں کا سلسلہ ختم کرنے سے پیشتر جی چاہتا ہے کہ مسلمانوں کو "اسلام کے رواداری اور عزت اور مساوات کے درس" کا طعنہ دینے والوں کو صلیبی معرکوں کے دوران "رواداری اور عزت اور مساوات" کے مسیحی آئینہ کی ایک جھلک دکھا ہی دی جائے۔

انسائیکلوپیڈیا کا بیان ہے کہ ایک جرنیل "ٹینکرڈ" نے مسجد اقصیٰ میں پناہ کا وعدہ کیا۔ پھر اس کے احکام کو کسی نے نہ مانا۔ تمام مسلمان اور یہودی مرد، عورتیں اور بچے قتل عام کی نذر ہو گئے۔" (دی نیو انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا مطبوعہ ۱۹۷۴ء جلد ۵ صفحہ ۳۰۰ کالم ۲)۔

پروفیسر ڈاکٹر جے ایم رابرٹس لکھتے ہیں "صلیبیوں نے امن کی انجیل
کی فتح کا جشن قیدیوں، بشمولیت عورتوں اور بچوں کے خوفناک قتل عام
سے منایا" (THE PELICAN HISTORY OF THE WORL
BY J.M. ROBERTS : 1987, P, 490)

قرونِ وسطیٰ کی تاریخ میں لکھا ہے " بالآخر زبردست بہادری سے
یہاں تک یروشلم کی (سلم) دیواریں فتح کرنے میں کامیاب ہو گئے ۱۵ جولائی
کو شہر ان کے قبضہ میں تھا۔ اس کے بعد تاریخ کا ایک انتہائی خونی اور سنگدلانہ
قتل عام واقع ہوا۔ رہنماؤں نے پوپ کو لکھا" اگر آپ جاننا چاہتے ہیں
کہ وہاں پائے جانے والے دشمنوں کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا تو جان لیجئے
کہ ہیکلِ سلیمانی میں ہمارے سواروں کے گھوڑے مسلمانوں کے خون سے
گھٹنوں تک ڈوبے ہوئے تھے" مسلمانوں کو قتل کرتے تھکے ہوئے، خون
میں لت پت صلیبی بوقت شام مقدس قبر کے گرجا گھر جائیں گے اور وہاں
خدا کی بے پایاں رحمتوں کا شکر ادا کیا" (THE MIDDLE AGES
395-1500 JOSEPH R. STRAYER DANA C MUNRO
FIFTH EDITION, P-2351.

واضح ہو کہ منہدم شدہ ہیکلِ سلیمانی کے احاطہ کے جنوب کی طرف خلیفہ
عبد الملک کی ۶۹۱ء میں تعمیر کردہ مسجد اقصیٰ کا رقبہ ۱۷۰،۰۰۰ مربع گز ہے
از روئے بائبل مسیح کو صلیب کے بعد جب قبر میں دفن کیا گیا تھا رومی بادشاہ
قسطنطین اعظم نے اسی پر "مقدس قبر کا گرجا" تعمیر کروایا تھا جو کنیسۃ القیامت

مسیح بھی اسے ہی کہتے ہیں۔

برصغیر کے مشہور مسیحی محقق و مصنف آرچ ڈیکن پادری برکت اللہ لکھتے ہیں: "بیت المقدس کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ ان صلیبی جنگوں کا مقصد یہ تھا کہ ان کے ذریعہ خدا کی بادشاہت قائم کی جائے لیکن پوپ اور دیگر روحانی پیشوا بھول گئے کہ ان کے منجی (مسیح علیہ السلام) نے اس قسم کی آزمائش کو شیطانی قرار دیا۔ اور رد کر دیا تھا (متی ۴: ۸-۱۰) لیکن اس کی کلیسیا (مسیحی امت مسلم) نے یہ سبق نہ سیکھا۔ یہ نام نہاد "صلیبی جنگیں" تاریخ کلیسیا کا تاریک ترین باب ہیں۔ وہ نہ صرف مسیحیت کے حقیقی مفاد و مقصد اور اس کی ترقی اور اشاعت میں رکاوٹ کا باعث ہوئیں۔ بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں اور عیسائیوں کی باہمی دشمنی (جو پشت در پشت چلی آئی ہے) کی بڑی حد تک ذمہ دار ہیں۔" (قرون وسطی کی ایشیائی اور ہندوستانی کلیسیائیں مصنفہ پادری برکت اللہ مطبوعہ ۱۹۶۲ء صفحہ ۳۸۹)۔

کیا مسلمانوں سے محبت، رواداری اور مساوات کا سوال پوچھنے والا کوئی مسیحی عالم، فاضل یا مورخ بتائے گا کہ یہ تعلیم کب اور کس کام آئے گی اور یہ کہ تاریخ کے کس دور میں عیسائیوں نے عیسائی فرقوں یا غیر عیسائیوں بارے مسیح کی مندرجہ ذیل تعلیم پر عمل کیا تھا: "تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے۔" (متی ۵: ۳۸: ۳۹)

امید ہے کہ سطور بالا کی روشنی میں مسیحیوں کا خونچکاں ماضی و حال قارئین پر روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہوگا۔

مسیحی فرقے اور انکی ضرورت

مسیحی دعویٰ ہے، کیا مسیحی فرقوں میں بھی دیکھا ہے کہ مسیحؑ کے بارے الگ الگ عقیدہ ہو؟ جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ مسیحیت کے لیے مسیحؑ کی ذات کے مقام کا تعین عرصہ دو ہزار برس سے دردِ سر بنا ہوا ہے۔ پادری پیرس لکھتے ہیں "تیسری چوتھی صدی کے فلاسفروں کا یہ خیال تھا کہ خدا انسانوں سے کہیں دور دراز فاصلہ پہ رہتا ہے۔ اس کی انسانوں کے ساتھ کسی قسم کی ہمدردی نہیں ہے اور نہ وہ انسانوں سے تعلق رکھتا ہے پس مسیح اس مشرقی فلسفہ کے لحاظ سے یا تو کوئی ہیرو ہے یا بھی یا کوئی فرشتہ یا ڈیمی گاڈ (DEMI-GOD) لیکن خدا نہیں ہو سکتا۔

یہ ایک سوال تھا جو کلیسیا کے سامنے پیش تھا۔ جس کا جواب دینا کلیسیا (مسیحی امت۔ اسلم) کا فرض تھا کہ آیا مسیحؑ خدا ہے اور اس کا اور باپ کا ایک ہی جوہر ہے یا کہ وہ باپ سے کمتر ہے یا محض ایک مخلوق ہے جس کو خالق باپ نے پیدا کیا۔" (تواریخ مسیحی کلیسیا صفحہ ۱۹۶)

بشپ ینگ کے الفاظ میں "جب مسیحؑ دنیا میں بھیجا گیا تو اس نے نہ صرف اپنے آپ کو ظاہر کیا بلکہ ساتھ ہی ساتھ اس نے اپنے آپ کو پوشیدہ بھی رکھا۔ اس کے شاگردوں نے بھی اس کی ذات کو پورے طور پر نہیں پہچانا اور بعض لوگ تھے جن کے لیے وہ سراسر معمہ تھا۔ (رسولوں کے اعمال ۲۸)

مسیح کی اپنی خواہش بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ معمہ حل نہ ہونے پائے انجیل متی میں لکھا ہے: "جب یسوع قیصریہ فلپی کے علاقہ میں آیا تو اس نے اپنے شاگردوں سے یہ پوچھا کہ لوگ ابن آدم (یسوع اور ابن آدم مسیح کو ہی کہتے ہیں - اسلم) کو کیا کہتے ہیں - انہوں نے کہا بعض یوحنا بپتسمہ دینے والا کہتے ہیں - بعض ایلیاہ بعض یرمیاہ یا نبیوں میں سے کوئی اس نے ان سے کہا مگر تم مجھے کیا کہتے ہو - شمعون پطرس نے جواب میں کہا تو زندہ خدا کا بیٹا مسیح ہے - اس وقت اس نے شاگردوں کو حکم دیا کہ کسی کو نہ بتانا کہ میں مسیح ہوں" (متی ۱۶: ۱۳ تا ۱۶، ۲۰) -

عیسائیت کی قریب قریب سبھی بحثوں کا مرکز و محور اور اکثر و بیشتر فرقوں کی پیدائش و انتشار کے اسباب اور غرض و غایت مسیح کی حیثیت کا تعین تھا جس سے عیسائیت ہزارہا فرقوں میں تقسیم ہو چکی ہے - ایک امریکی جریدہ رقمطراز ہے "آج ۱۹۸۹ء میں پروٹسٹنٹ مسیحی اتنے فرقوں اور گروہوں میں تقسیم ہو چکے ہیں کہ ان سب کا شمار ناممکن ہے ... تاہم دی ورلڈ کرسچن انسائیکلو پیڈیا نے ۱۹۸۰ء میں عیسائی دنیا کو ۲۰۸۰۰ بڑے بڑے فرقوں میں تقسیم کر کے "ناممکن" کو ممکن کر دکھایا ہے - ان کی عظیم اکثریت پروٹسٹنٹ ہے سال میں ۸۹۸۰، روائتی پروٹسٹنٹ گروپ ۱۰۶۶۵ زیادہ تر غیر سفید فام ملکی مذاہب ۲۲۸۰، اینگلیکن گروہ اور ۱۳۴۵ دیگر پروٹسٹنٹ جماعتیں شامل ہیں -

(AWAKE! VOL. 70, NO 11.)

مسیحؑ بارے مسیحیوں کے عقائد

(ا۔) ہم مسیحؑ سے متعلق عیسائی بحثوں اور عقائد و نظریات پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں گے "خدا کا بے مثال اور خاص مکاشفہ۔ خدا مسیح میں تھا اور خدا مسیح کی شخصیت میں وقت، زمانہ اور تاریخ کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ مسیح حقیقی خدا اور حقیقی انسان تھا۔ خدا مسیح میں حقیقتہً موجود تھا (مسیح علم الٰہی کی تعلیم مصنفہ لوئیس برگ ہاف ترجمہ وکلف اے سنگھ مطبوعہ ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۰۱) بائبل میں بعض مقامات پر فرشتہ، خدا، مسیحؑ ایک ہی شخصیت ہیں (ایضاً ۴۵) خدا بیٹا خدا باپ سے مولود ہے (۱۲۹) خدا اور انسان کے بیچ کا درمیانی (۲۱۶) مسیحؑ استاد یا نبی (۲۲۰) نیک آدمی کامل انسان (۲۲۱) عظیم استاد اور نبی، عظیم انسان (۲۲۲) مسیح میں دو ذاتیں الٰہی اور انسانی (۲۲۴) آج کل ایسے لوگ بھی ہیں جو مسیح کی الوہیت (اللہ تعالےٰ ہونے یا سمجھنے) کے منکر ہیں (۲۲۴) بہت عرصہ تک مسیحؑ کی الوہیت پر زور دیا جاتا رہا مگر آج کل اس کے برعکس زور دیا جاتا ہے لیعنی یہ کہ فی الواقع وہ انسان تھا (۲۳۵)۔

حضورؐ بارے مسلمانوں کے عقائد

مسیحی زرست لکھتے ہیں "ذرا اپنے فرقوں کا حال دیکھو کوئی کہتا ہے خدا کا نور کوئی کہتا ہے ہماری طرح بشر، کوئی کہتا ہے کہ جبرئیل نبوت علیؓ کے لیے لایا تھا مگر غلطی سے محمدؐ صاحب کو دے گیا۔ خدارا یہ تو بتاؤ تمہارے نبیؐ کا اصل مقام کیا ہے؟ قرآن پر بھی ایک عقیدہ نہیں۔ ایک مکمل مانتا ہے مگر دوسرا کہتا ہے دس پارے اور بھی ہیں۔ کیا کوئی مسیحی بھی اس طرح عقیدہ رکھتا ہے"؟

بشر اور نور

نبی، رسول یا پیغمبر ایک عام انسان اور اپنی ہی قوم کا بھائی بند ہوتا ہے۔ بھوک، پیاس، کھانا پینا۔ نیند، کمزوری، قوت، بچپن، جوانی، بڑھاپا، بیوی، بال بچے، کاروبار، پیدائش، موت غرضیکہ تمام امور و واقعات اور واردات سے اس کا بھی پورا پورا تعلق ہوتا ہے جو چیز ایک نبی کو عام لوگوں سے ممیز کرتی ہے وہ ہے اس کی وحی سے سرفرازی یعنی اس کے پاس اللہ پاک کے احکامات آتے ہیں کہ اس کے بندوں نے اپنی زندگیاں کس طرح گزارنی ہیں۔

مشرکین مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت اور انسانیت کے قائل تھے۔ لیکن آپ کی نبوت سے انکاری تھے (مثلاً سورۃ انبیاءُ آیت ۳، فرقان ۷:) ان کا خیال تھا کہ بشریت شانِ نبوت کے منافی ہے۔ خاکی انسان نبی نہیں ہو سکتا۔ نبوت برتر مخلوق، نورانی ہستی کو ملنی چاہیئے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے بار بار وضاحت فرمائی کہ قدیم پیغمبر بھی بشر ہی ہوتے تھے (بنی اسرائیل ۹۴) بال بچے دار تھے (رعد ۳۸) قتل کیے گئے (بقرہ ۶۱) پہلے انبیاء کرام وفات پا گئے۔ حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی موت وارد ہو سکتی ہے۔ آپ قتل بھی ہو سکتے ہیں (آل عمران ۱۴۴)

بحری جہازوں کے راستوں میں خطرناک مقامات پر روشنی کے مینار بنا دیئے جاتے ہیں تاکہ جہاز زیرِ زمین پہاڑی چٹانوں کے ساتھ ٹکرانے سے بچ جائیں۔ اسی طرح جو لوگ مخلوق خدا کو گمراہی اور ضلالت کے اندھیروں سے بچانے کا مقدس فریضہ ادا کریں۔ محاورۃً انہیں روشنی کا مینار یا مینارِ نور

کہا جاتا ہے۔ اور قوم میں پیغمبر بالعموم بھیجا ہی اس وقت جاتا ہے جب کفر و شرک کے اندھیرے بہت گہرے اور شدید ہوتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کا ہر پاک نبی اپنی قوم میں نور کا درجہ رکھتا ہے تاکہ قوم کفر و شرک میں مبتلا ہو کر دوزخ میں گرنے سے بچ جائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان معنوں میں نور تھے۔ چنانچہ آپ نے بھی اپنے نور نبوت سے روحانی اندھوں کو راہِ ہدایت دکھلائی اور گمراہوں کو اسلام کی سیدھی راہ کی طرف بلایا اور اس پر چلایا۔

القصہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشر و نور کی دو شانیں اور حیثیتیں ایک دوسری کی مخالف یا متضاد نہیں ہیں بلکہ ایک ہی تصویر کے دو رُخ ہیں۔ امتِ مسلمہ کی مسلمہ ہیں۔ انگشت نمائی کا موقع محل نہیں ہیں۔

اگر کسی شخص میں کوئی صفت بہت زیادہ ہو تو اسے وہ خوبی ہی پکار لینا عام محاورہ ہے۔ مثلاً کوئی عورت بہت خوبصورت ہو تو اردو میں مجسمۂ حسن اور انگریزی میں AN EMBODIMENT OF BEAUTY پکارا جاتا ہے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار و مشرکین تک نورِ ہدایت سب انبیاء کرام سے زیادہ پہنچایا۔ لہٰذا ان معنوں میں آپ کو مجسم نور بھی کہا جا سکتا ہے

بت پرست اور کافر و مشرک رومی بادشاہ قسطنطین نے ۳۲۵ء میں اپنی زیر سرپرستی مسیحی علماء کی کونسل سے مسیح کو خدا سے خدا اور نور سے نور قرار دلوایا تھا۔ (HISTORY OF THE CHRISTIAN CHURCH, P. 132) اس فیصلہ کی رو سے مسیح کو خدا کے نور کا

جزو ماننا مشہور عیسائی عقیدہ ہے۔ حق تعالےٰ کے حضور عاجزانہ دعا ہے کہ وہ ہمیں عیسائیوں کی تقلید سے محفوظ رکھے آمین۔

نبوت کی غلط بخشی

حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد بنی اسرائیل یعنی یہودیوں کی خصوصی برکت، نبوت اور اقوام عالم پر فضیلت مشہور ہے۔ یہودی اور مسیحی کتب مقدسہ کے مطابق اس کی بنیاد (نعوذ باللہ) یعقوبؑ کی دغابازی اور فریب سازی تھی۔ بائبل کی کتاب پیدائش کے باب ۲۷ میں یہ قصہ مکمل تفاصیل سے لکھا ہے کہ عیسو اور یعقوبؑ حضرت اسحاقؑ کے جڑواں بیٹے تھے۔ عیسو کی پیدائش پہلے ہوئی تھی۔ ان کی ماں ربقہ یعقوبؑ کو چاہتی تھیں۔ بڑے بیٹے کی حیثیت سے برکت عیسو کا حق تھا۔ اسحاقؑ کی نظر کمزور ہو چکی تھی۔ ربقہ کی سازش سے عیسو کی غیر حاضری میں اس کے نام پر یعقوب نے اسحاقؑ کو لذیذ اور عمدہ کھانا کھلا کر خوش کیا۔ عیسو کا بھیس بدلا اور یوں اپنے والد کو نعوذ باللہ دھوکہ دے کر عیسو کو ملنے والی برکت خود حاصل کر لی۔

یہ یہودی روایت اللہ تعالےٰ کے عظیم الشان انبیاء کرام حضرات یعقوبؑ اور اسحاقؑ پر بہتان ہے۔ یہودی اور عیسائی علماء چسکے لے لے کر یہ قصہ بیان کرتے اور یعقوبؑ کو سازشی، دھوکہ باز، فریبی اور مکار لکھتے ہیں۔ کملے لوگ یہ نہیں سوچتے کہ یعقوبؑ کا اسحاقؑ کو دھوکہ دینا ممکن تھا۔ پر اللہ تعالیٰ کا بھی اس سازش کا شکار ہو جانے کا تو تصور بھی ناممکنات سے ہے

حق تعالیٰ کی سب کچھ جاننے بوجھنے والی شان کے بالکل خلاف ہے۔ بت پرست دیوتاؤں بارے ایسے عقائد رکھتے تھے۔ بائبل کا یہ بیان بھی نامعلوم مصنف کی بت پرستی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

پس واضح ہوا کہ "جبریل نبوت علیؓ کے لیے لایا تھا مگر غلطی سے محمد صاحب کو دے گیا" کی روایت من گھڑت، انتہائی گمراہ کن اور اللہ پاک کی علیم وخبیر صفات کے متضاد، الٹ اور بالکل منافی ہے۔ راقم الحروف کی یہودی دیکھنے کی حسرت آج تک پوری نہیں ہوئی کیا دنیا جہان کا کوئی عیسائی یہودیوں کے کسی مذکورہ قسم شاگرد کا دیدار کرا سکے گا؟

عیسائی بالکل اطمینان رکھیں۔ اللہ کریم کے دربار میں اندھیر گردی کو ذرہ بھر بھی عمل دخل نہیں ہے۔ نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنی تھی سو مل گئی۔ اس میں شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں ہو سکتی۔

دس پارے مزید والا قرآن

عیسائیوں کے دو بنیادی فرقے ہیں۔ قریباً ساری عیسائی دنیا رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ گروہوں میں بٹی ہوئی ہے۔ رومن کاتھولک قدیمی فرقہ ہے اور اسی کے شرکاء کی تعداد بھی پروٹسٹنٹوں سے زیادہ ہے۔

ہمارے اکثر وبیشتر قارئین یہ جان کر ضرور حیران وپریشان ہوں گے کہ یہ دونوں فرقے اپنی مقدس کتاب، بائبل، کی کتابوں کی تعداد پہ متفق ومتحد نہیں ہیں۔ مندرجہ ذیل کتب کیتھولک بائبل میں پروٹسٹنٹ بائبل سے زیادہ ہیں۔ ان زائد کتابوں کو اپوکریفہ کہا جاتا ہے۔ شاہ جیمز کی بائبل کے مطابق تفصیل اس طرح ہے:

نمبر شمار	نام کتاب	ابواب	نمبر شمار	نام کتاب	ابواب
۱	یسدراس اوّل	۹	۸	باروک معہ نامہ یرمیاہ	۶
۲	اسدراس دوم	۱۶	۹	تین بچوں کا گیت	-
۳	طوبت	۱۴	۱۰	سوسن کی کہانی	-
۴	یہودیت	۱۶	۱۱	بیل اور ڈریگون	-
۵	آستر کا بقیہ	۶	۱۲	منسی کی دعا	-
۶	سلیمانؑ کی حکمت	۱۹	۱۳	مکابیین اوّل	۱۶
۷	یشوع بن سیراخ کی حکمت	۵۱	۱۴	مکابیین دوم	۱۵

پروٹسٹنٹ بائبل کی نسبت مندرجہ بالا زائد کتب پہ مشتمل رومن کیتھولک بائبل عام دستیاب ہے اس کا اردو ترجمہ بھی بآسانی میسر ہے پاکستان میں رومن کیتھولک عیسائی کافی تعداد میں رہتے ہیں ان سے ملنا جلنا روزمرہ کا معمول ہے۔

اس صورت حال کے قطعی برعکس ساری کی ساری اسلامی دنیا کے پاس یہی ایک قرآن موجود اور مستعمل ہے۔

الحمد للہ کہ سارا عالم اسلام اسی ایک قرآن کو مانتا اور اسی پہ ایمان رکھتا ہے۔ کیا کوئی عیسائی دس زائد پاروں والا قرآن شریف اور اس کے ماننے والے دکھا سکے گا؟

ایسے میں یہ دعویٰ کہ "کیا کوئی مسیحی اسی طرح عقیدہ رکھتا ہے؟" حد درجہ کی بے شرمی، ڈھیٹ پن اور کذب وافترا ہے جس کی نوا کے وقت ایسے تقیہ

اور مؤقر جریدہ میں اشاعت کیا خوب دھاندلی، دیدہ دلیری اور سینہ زوری ہے۔

عورت پاکستان اور اسلام

مقالہ نگار کا پوچھنا ہے کہ وہ جو کچھ بسوں، ریلوں بازاروں میں ہو رہا ہے کیا اسلام میں عورت کا یہی مقام ہے؟ کیا یہی وہ اسلامی معاشرہ ہے جس کو قائم کرنے کے لئے کہا جا رہا تھا"؟

قیام پاکستان سے مراد اسلام کی نشاۃ ثانیہ تھی۔ موعودہ پاکستان عظمت اسلام کا تابندہ نشان تھا۔ پاکستان اسلام کی برکتیں دکھانے اور بانٹنے کے لیے قائم کیا گیا۔ پاکستان نے دنیا کے لیے مشعلِ راہ، اسلام کے مبلغ اور اسلامی دنیا کے واسطے امامت کا فریضہ ادا کرنا تھا۔

جب پاکستان بن گیا تو بدقسمتی سے اس کا رخ اسلام کے بجائے سیکولرزم کی طرف تھا۔ اس کا قبلہ کعبہ کی بجائے دہلی، واشنگٹن اور (لیدراناں) ماسکو بنے۔ پاکستان میں نام تو اسلام کا لیا جاتا رہا لیکن عملاً سیکولرزم (لادینیت و مذہب اور اللہ تعالےٰ سے بغاوت) کی پرورش ترویج اور ترقی جاری رہی۔

اس کے برعکس ہندوؤں نے ظاہراً بھارت کو سیکولر سٹیٹ بنانے کا اعلان کیا لیکن درپردہ ایک کٹر فرقہ پرست ہندو ریاست قائم کی۔ آئینی اور زبانی جمع خرچ تو سیکولر سٹیٹ کا کرتے ہیں کہ بلا امتیاز مذہب و ملت بھارت کے سب شہری ہر لحاظ سے آپس میں برابر ہیں لیکن عملی طور پر بھارت سے غیر ہندو مذاہب اور ان کے پیروکاروں کے خاتمہ بالجبر کی مکروہ و مذموم مساعی میں مصروف ہیں۔ پاکستان کا خاتمہ انکی اولین منزلِ مقصود ہے۔

ہند دشمنوں کی دوربین نگاہیں۔ یہ سب کچھ دیکھ اور بھانپ رہی تھیں انہوں نے یہاں تک لکھ بھی دیا تھا کہ "تقسیم ہند نے دونوں میں سیکولرزم کی قوتوں کو تقویت پہنچائی ہے۔ وہ وقت آسکتا ہے جب یہ بڑھتی ہوئی لادینیت دوسرے عناصر کے ساتھ مل کر ہماری مادر وطن کے دونوں حصوں کے دوبارہ اتحاد کا باعث بنے گی" (THE CONGRESS ID-EOLOGY AND PROGRAMME BY P.D. KAUSHIK: 1964, P. 248)

اللہ پاک سے پاکستان لیتے وقت مسلمانوں نے اس کے حضور پاکستان کو اسلام کا گہوارہ بنانے کا جو عہد کیا تھا اسے پورا نہ کیا۔ نتیجتہً مندرجہ بالا پیشگوئی پوری ہوئی۔ اور قیام پاکستان کے ۲۴ برس بعد بطور تنبیہ، پاکستان کا بڑا حصہ، مشرقی پاکستان، بنگلہ دیش کی صورت اختیار کر گیا۔ ہندوؤں نے جشن ہائے مسرت منائے۔ مسلمانوں سے ہزار سالہ دکھوں کا بدلہ لینے کے ڈھنڈورے پیٹے اور ڈنکے کی چوٹ کہا کہ ہم نے بھارت ماتا گائے کے تھن (مشرقی پاکستان) لے لیے ہیں۔ لیکن سر (مغربی پاکستان) ہنوز ابھی باقی ہے۔

غرضیکہ پاکستان میں عورت کا "کلبوں، ریلوں اور بازاروں" میں چلنا پھرنا اور برائیوں سے بھرپور معاشرہ سب کچھ اسلام سے دوری۔ انکار اور فرار کے شاہکار ہیں۔

جب اسلام نافذ کیا گیا تھا تو دنیا رحمتوں اور برکتوں سے بھر گئی تھی۔ اسی پچاس سالہ دور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قدیم تہذیبوں کے ایک ماہر پروفیسر ڈاکٹر چائلڈ لکھتے ہیں: "اسلام نے دنیا کی ایک کثیر آبادی کو اتحاد امن

اور خوشحالی بخشی" (WHAT HAPPENED IN HISTORY
By PROF. DR. V. GORDON CHILDE: 1950, P. 281)

مسلمانوں کے ہاں عورت کی زیر بحث تذلیل و توہین ان کی بدعملی پر منحصر ہے۔ پر یہ جو پروٹسٹنٹ فرقوں میں عورتوں کو باقاعدہ کلیسیائی عہدے دینے اور پادری مقرر کرنے کی رسم بد چل نکلی ہے (کاتھولک نقیب یکم جولائی ۱۹۸۹ء) اس کا جواز کیا ہے؟ جبکہ انہیں کوئی مسئلہ بھی سیکھنا ہو تو اپنے شوہر سے پوچھنے کا حکم تھا۔ بائبل کے اصل الفاظ یہ ہیں "عورتیں کلیسیا کے مجمع میں خاموش رہیں کیونکہ انہیں بولنے کا حکم نہیں بلکہ تابع رہیں۔ جیسا توریت میں بھی لکھا ہے اور اگر کچھ سیکھنا چاہیں تو گھر میں اپنے اپنے شوہر سے پوچھیں کیونکہ عورت کا کلیسیا کے مجمع میں بولنا شرم کی بات ہے" (۱۔ کرنتھیوں ۱۴: ۳۴، ۳۵)۔

مسلمانوں پر سوالات کی بوچھاڑ کرنے سے پیشتر عیسائیوں کو اپنے گریبان میں بھی جھانک لینا چاہیے تھا!

اصلاحی احسانات کا عیسائی ردعمل

پہلی تین صدیاں یہودی عیسائیوں پر ہر ممکن ظلم کیا کرتے تھے۔ بعد ازاں عیسائیوں کی بن آئی۔ رومی بادشاہ قسطنطین کے قبول عیسائیت (۳۱۲ء) سے عیسائیت سرکاری، درباری مذہب بن گیا۔ تو عیسائیوں کے ہاتھوں یہودی پٹنے لگے۔ دونوں اقوام کی ہمیشہ ان بن رہی ہے۔ اس کی ایک تحریری بنیاد کا خلاصہ یہودیوں کی احادیث و روایات کی کتاب تالمود سے تحریر خدمت ہے "پینتھیر نامی رومی سپاہی کے ناجائز بیٹے کی حیثیت سے پیدا ہوا یسوع

(یونانی یشوع) جادو کے کام کرتا تھا۔ داناؤں کا مذاق اڑاتا تھا۔ لوگوں کو بھکاتا اور انتشار پھیلاتا تھا۔ اپنے گرد پانچ شاگرد اکٹھے کئے۔ عید فسح کی شام کو پھانسی پر لٹکایا (صلیب دیا) گیا۔" (انسائیکلوپیڈیا برٹینکا مطبوعہ ۱۹۷۴ء جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۵ کالم اول)۔

یہ الفاظ دوبارہ غور سے پڑھ لئے جائیں۔

عیسائی چھ سو برس یہودیوں سے منہ چھپائے پھرتے رہے۔ قرآن مجید نے آکر حضرت مسیح علیہ السلام کو مذکورہ الزامات سے بری اور پاک قرار دیا۔ آپ کی بلند و بالا شان نبوت اور حضرت مریم صدیقہ کی عصمت و عفت کی گواہی دی۔ حضرت کو اللہ پاک کا برحق نبی اور آپ کے شاگردوں کو عظیم المرتبت خدا رسیدہ شخصیات بنایا۔ آپ کے معجزات کا تفصیلی ذکر فرمایا مصلوبیت کی لعنتی موت کی تردید کی۔

پھر عیسائیوں کی اپنی کتب مقدسہ بھی تو مسیح کی کوئی قابل تعریف تصویر پیش نہیں کرتیں۔ مثلاً لکھا ہے "وہ گھر میں آیا اور اتنے لوگ پھر جمع ہو گئے کہ وہ کھانا بھی نہ کھا سکے۔ جب اس کے عزیزوں نے یہ سنا تو اس کو پکڑنے کو نکلے کیونکہ کہتے تھے کہ وہ بے خود ہے" (انجیل مرقس ۳: ۲۰، ۲۱)

—— مسیح نے اپنے تمثیلوں میں کلام کرنے کی وجہ یہ بتائی "تاکہ دیکھتے ہوئے دیکھیں اور معلوم نہ کریں اور سنتے ہوئے سنیں اور نہ سمجھیں ایسا نہ ہو کہ وہ رجوع لائیں اور معافی پائیں" (مرقس ۴: ۱۲) یعنی یہودی تو یہودی رہے۔ بائبل کا مسیح بھی ہرگز اس لائق نہیں ہے کہ اسے لوگوں

دانوں، پرایوں کے سامنے پیش کیا جا سکے۔

اندریں حالات عیسائیوں کے پاس حضرت مسیحؑ بارے قرآنی بیانات ہی سرمایۂ افتخار ہیں۔ انہیں اپنے اجتماعات میں یہ شعر بہ بلند آواز گاتے سنا جا سکتا ہے

؎ مولا پاک جاندا اے یسوعؑ دی شان نوں

جھوٹ نہیں میں کہندا پڑھ کے ویکھ لے قرآن نوں

یعنی اللہ کریم کے ہاں حضرت مسیحؑ ایک نہایت اعلیٰ و ارفع ہستی ہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے پاس ان کے بارے سوائے بہتان تراشیوں اور غلط فہمیوں کے اور کچھ نہیں ہے۔ مسیحؑ کا بلند مرتبہ صحیح مقام اور اصل شان جاننے کے لیے قرآنِ مجید کا مطالعہ کیا جانا چاہیئے۔

ویسے بھی مسلم حکومتوں کے زیر سایہ عیسائی پر امن اور رسموں کے مطابق رہتے بستے رہے ہیں۔

اندریں حالات لازم تھا کہ عیسائی قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شکر گزار ہوتے اور جواباً مسلمانوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آتے اور مذہبی اور سیاسی محاذوں پر ان کے احسانات کا بدلہ چکاتے۔ لیکن مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ عیسائیوں کی طرف سے متوقع رویہ کی نفی کی المناک داستان ہے۔ فی زمانہ بھی عیسائی اکثریتی ممالک میں مسلمان اقلیتی حیثیت سے ناقابل بیان مصائب سے دوچار ہیں۔ مسلم ممالک میں رہنے والے ہنستے کھیلتے، کلیلیں کرتے عیسائی بھی انہیں آئے دن بے بنیاد الزامات کا نشانہ بناتے ہیں۔ اور ان کے خلاف گلوں، شکووں اور شکایتوں کے طومار اٹھاتے

پھرتے ہیں۔ اور داؤ پھرنے پہ ملکی اور غیر ملکی پلیٹ فارموں سے ان کے خلاف دلآزار پراپیگنڈہ کرتے اور انہیں ذلیل و رسوا کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ اسلام پر رکیک حملے کرنے سے بھی نہیں چوکتے اور مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے سے باز نہیں رہتے۔ نوائے وقت میں چھپنے والا زیر مطالعہ مضمون ہمارے دعاوی کا نقد ثبوت پیشِ خدمت ہے۔

ان سطور کو اس امید سے ختم کیا جاتا ہے کہ مسیحی بھائیوں کی غلط فہمیاں اور بدگمانیاں دور ہوں گی اور وہ اپنی موجودہ روش کی اصلاح کریں گے۔

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ؀

بیوائیں، مبلغوں اور نومسلموں کی سرپرستی، افریقی ممالک میں اسلامی لٹریچر اور قرآن پاک کی ترسیل، باطل مذاہب و نظریات کی تردید اور تبلیغی تالیفات و کتب کی طباعت و اشاعت کے ضمن میں اسلامی مشن کا ماضی تابناک ہے۔ اس کار خیر کو آگے بڑھانے میں مقدور بھر حصہ لیجیے۔

اسلامی مشن کو دیئے گئے عطیات انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں۔

ضمیمہ

بھارت میں مُسلم دشمنی کا نیا انداز

بھارت کے سب سے بڑے شہر بمبئی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہاں
کی تمام مساجد نمازوں کے اوقات میں ہمیشہ بھری رہتی ہیں - وہاں کے
مقامی مخصوص حالات اور انداز فکر کے باوجود مقامی مسلمانوں میں دینی حمیت
اور علمی جذبہ اور جگہوں سے زیادہ ہے - فی الوقت بدقسمتی سے وہاں
میونسپل کارپوریشن پر شیوسینا کا قبضہ ہے جو مسلمانوں کے ساتھ دشمنی میں
بہت مشہور ہے - ان دنوں میونسپل نے مقامی پولیس کے ساتھ مل کر مشترکہ
طور پر مسلمانوں کی آواز کو دبانے اور انہیں ہراساں رکھنے کے لئے
مسجدوں میں لاوڈ سپیکر کے ذریعے اذان دینے اور نماز پڑھنے
پر پابندی لگادی ہے اور کسی بھی مسجد میں لاؤڈ سپیکر استعمال
کرنے سے پہلے مقامی پولیس سے اجازت نامہ حاصل کرنا ضروری
قرار دیا ہے، جو صرف مخصوص اوقات کے لئے ہوگا - اس کا
مقصد دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کو اذان اور نماز کی آواز
سے ہونے والے خلل سے محفوظ رکھنا بتایا گیا ہے
پابندی کا مقصد ہماری فہم سے بالاتر ہے کیونکہ بمبئی اور

اس کے مکینوں کا طرز زندگی اگر کسی سے معمور ہے تو وہ صرف آوازیں اور شور ہے ۔ تو کیا مقامی میونسپل مندروں میں اونچی آواز سے ہمہ وقت ہونے والے بھجن پر بھی پابندی لگائے گی ، ان لاکھوں بسوں اور گاڑیوں پر بھی پابندی لگائے گی جن کی آوازوں نے وہاں کے لوگوں کا جینا حرام کر رکھا ہے ۔ ان فٹ پاتھوں پر ٹھیلا لگانے والوں پر بھی پابندی لگائے گی جن کی ایک ساتھ آوازیں کانوں کو پھاڑ دیتی ہیں ۔ اگر یہی ہے تو کوئی حرج نہیں ورنہ یہ سراسر مسلم دشمنی کا منہ بولتا ثبوت ہے ۔

(بشکریہ ماہنامہ "صراط مستقیم" برمنگھم (برطانیہ) مئی جون ۱۹۸۹ء صفحہ ۴۶)

ذہنی ارتداد کا بھارتی منصوبہ

حضرت اقدس مولانا مفتی نظام الدین صاحب مفتی اعظم دار العلوم دیوبند ۔ بھارت نے ماہنامہ "الہلال" مانچسٹر کے مدیر محترم حضرت مولانا الحافظ محمد اقبال رنگونی کو ایک خط لکھا جس کے متعلقہ حصے "الہلال" بابت مارچ ۱۹۹۰ء سے اقتباس کئے جاتے ہیں : (راقم)

" ہندوستان کے حالات یہ ہیں کہ جب سے ہندی زبان سرکاری

زبان تعلیم قرار پاگئی ہے - اس وقت سے تمام سرکاری اسکولوں کے
فارغین معمر اور چھوٹے بچے سب صرف ہندی زبان سنبھالنے لگے ہیں
اور بالخصوص چھوٹے بچے عام طور سے نرسری میں بھیجے جانے لگے
ہیں - ان میں جو بچے مذہبی گھرانوں کے ہیں، ان کا دیکھا جاتا ہے
کہ اپنے گھر پر اللہ تعالیٰ و رسولؐ کا جو نام سنتے ہیں، اس کے
بارے میں اپنی استانی سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کس کو کہتے ہیں تو وہ
جناب چھوٹتے لفظوں میں کہہ دیتی ہیں کہ اللہ اور پرمیشور اور رام
سب ایک ہی ہیں - یہ تصور بچے کے سادہ ذہن میں جم جاتا ہے -

اسی طرح جب بچہ پوچھتا ہے کہ مثلاً رسول کس کو کہتے ہیں تو
وہ فوراً کہہ دیتی ہیں کہ رسول اوتار کو کہتے ہیں - پھر بچہ پوچھتا ہے
کہ اوتار کس کو کہتے ہیں تو وہ کہہ دیتی ہیں کہ بھگوان جب انسان کا
روپ (شکل) اختیار کر لیتا ہے تو وہ اوتار کہلاتا ہے، اس کو
رسول کہتے ہیں - دیکھئے کس سادے اور آسان طریقے سے بچے کے ذہن
میں یہ مضمون اتار دیا جاتا ہے - اور یہی حال تقریباً جنت و
دوزخ، فرشتہ وغیرہ سب ہی الفاظ میں عموماً ہونے لگا ہے -

پھر اس پر بس نہیں، اب تو گھر گھر ٹی وی اور وی سی آر کی
بلا پہنچ چکی ہے اور ہر جگہ روزمرہ ان میں رامائن و گیتا کو ڈرامائی

شکل میں دکھایا اور بتلایا جاتا ہے جسے تقریباً ہر عورت، مرد اور بچے بوڑھے شوق سے دیکھتے ہیں اور ذہنی ارتداد کا نہایت آسان ذریعہ و راستہ فراہم کر دیا گیا ہے۔

یوں تو خاندانی طور پر مسلمان سن سُنا کر اور شرعی مفاہیم و اطلاعات سے واقف ہیں، لیکن اس نئی نسل کا کیا ہوگا، کیونکہ اب ہندی زبان عام طور سے رائج ہو جانے کی وجہ سے مسلمانوں کا عام طبقہ تقریباً ٨٠ فیصد اُردو لکھنے پڑھنے سے کورا ہو چکا ہے اور ہمارا سب مذہبی سرمایہ اُردو اور پھر فارسی یا عربی میں ہے تو وہ کس طرح دین کی باتیں پڑھیں اور سمجھیں گے۔ اور ہمارے موجودہ دینی مدارس و مکاتب اگرچہ ہمارے دینی قلعے اور چوکیاں ہیں اور ان کو جتنا بھی بڑھایا جائے اور پھیلایا جائے مگر اس سے وہی لوگ منتفع ہو سکتے ہیں جو ان میں پڑھنے کے لئے آئیں۔ یہی حال ہماری تمام خانقاہوں اور مواعظ و جلسوں کا بھی ہے کہ ان سے وہی لوگ منتفع ہو سکتے ہیں جو وہاں خود آتے ہیں۔ مگر ان ذرائع کا مسلمانوں کی تمام اکائیوں اور افراد تک پہنچنا ناممکن نہیں ہے تو مشکل ضرور ہے۔ اس لئے اب اس ارتداد و ادبار کے سیلاب سے بچانے کی ضرورت ہے۔

اکابر کی اردو زبان میں ہر موضوع پر عمدہ سے عمدہ اور جامع سے جامع کتابیں موجود ہیں، ان سب کو صرف ہندی رسم الخط میں منتقل کر دیا جائے اور جہاں مشکل الفاظ ہوں ان کا آسان ترجمہ حاشیہ پر لکھ دیا جائے اور بس۔

اور یہ کام اس وقت کا اہم تر دینی کام ہے اس لئے کہ مجھے خطرہ نظر آ رہا ہے کہ مبادا مستقبل قریب میں کہیں قانون بن جائے کہ ہندی زبان میں ہندو دھرم کے علاوہ کسی اور دھرم کی کوئی کتاب شائع نہ کی جائے کہ اس سے فرقہ واریت پیدا ہوتی ہے تو پھر کیا کیا جائے گا؟ اس لئے یہ کام جلد شروع ہونا چاہئیے یہی وہ خیالات ہیں جو کچھ عرصہ سے دماغ میں گونج رہے ہیں۔